قطعاتِ تاریخ

بر وفات

اہلِ قلم و متعلقینِ اہلِ قلم

نتیجۂ فکر

شان الحق حقی

ترتیب و اضافہ سوانح

ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری

ادارہ تصنیف و تحقیق پاکستان
کراچی

قطعاتِ تاریخ

بروفاتِ

اہلِ قلم و متعلقینِ اہلِ قلم

نتیجۂ فکر

شان الحق حقّی

ترتیب و اضافہ سوانح

ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری

ادارہ تصنیف و تحقیق پاکستان
کراچی

تخلیق : قطعاتِ تاریخ — بر وفاتِ اہلِ قلم و متعلقینِ اہلِ قلم

نتیجۂ فکر : شان الحق حقی

ترتیب و اضافۂ سوانح : ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری

ناشر : ادارۂ تصنیف و تحقیق پاکستان - کراچی ۴۱

طابع : المخزن پرنٹرز (مکتبہ رشیدیہ) پاکستان چوک، کراچی

اشاعت اول : دسمبر ۱۹۸۵ء

قیمت :

ملنے کا پتہ

مکتبہ شاہد - علی گڑھ کالونی، کراچی ۴۱

فہرست

تاریخ نگار

شان الحق حقی ۱۵ ستمبر ۱۹۱۷ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد مولوی احتشام الدین حقی دہلی کے ایک علمی خانوادے کے فرد اور اپنے وقت کے مشہور ادیب اور ماہرِ لسانیات تھے۔ حقی صاحب نے مڈل اور بی اے تک تعلیم کے مراحل پشاور اور علی گڑھ میں طے کیے۔ ایم۔ اے انگریزی میں سینٹ اسٹیفنز کالج، دہلی سے کیا۔

ان کی عملی زندگی کا آغاز علمی میدان سے ہوا تھا جب وہ ۱۹۴۳ء میں "آج کل" دہلی کے نائب مدیر مقرر ہوئے تھے اور اب جب کہ محکمۂ مطبوعات و فلم سازی کے ڈپٹی ڈائرکٹر کے عہدے سے اعزاز کے ساتھ ریٹائر ہوتے (۱۹۶۸ء) کے بعد یونائیٹڈ ایڈورٹائزرز (کراچی) کے ڈائرکٹر ہیں، ان کے روز و شب کے بیشتر اوقات علمی، ادبی مشاغل اور فکر و فن کی گتھیاں سلجھانے میں گزرتے ہیں۔

حقی صاحب نظم و غزل و قطعہ کے بہترین شاعر ہیں، نقد و نظر میں ان کا خاص مقام ہے، لغات و لسانیات کے مسائل پر وہ گہری نگاہ رکھتے ہیں اور ادب و اسلوب کے اندازہ شناس ہیں۔ ان خیالات کی بنیاد کسی عقیدت مندانہ جذبے پر نہیں، ادب، شعر، تنقید، لسانیات، تالیف و ترتیب، تخلیق میں ان کی ڈیڑھ درجن تصنیفات اُن کے اِن کمالاتِ فکر و فن پر شاہدِ عادل ہیں۔ پچاسوں مقالات اور سیکڑوں قطعات و منظومات ابھی غیر مرتّب و منتشر ہیں۔ "اردو نامہ" کراچی (۱۹۶۱ء تا ۱۹۷۰ء) کی ادارت ان کی علمی خدمات کا ایک الگ میدان ہے۔ غرض یہ کہ تخلیق سے تحقیق تک اور بڑوں کے ادب سے لے کر بچوں کے ادب تک ہر میدان میں انھوں نے اپنا نقشِ قدم دوسروں کے لیے رہنما چھوڑا ہے۔

(ابو سلمان شاہجہاں پوری)

یادش بخیر

تاریخ گوئی ہماری تہذیبی روایت میں شامل اور ایک مستقل فن ہے، جو تاریخی ذوق سے بھی علاقہ رکھتا ہے اور ادبی ذوق سے بھی۔ لطف کے ساتھ افادیت کا حامل بھی ہے، خصوصاً غمناک سانحات پر تاریخ نویسی کی طرف توجہ اپنے تاثرات رقم کرنے اور بچھڑنے والوں کو خراج عقیدت و محبت پیش کرنے کے ساتھ غم غلط کرنے کا بھی ایک روایتی مشغلہ ہے جو اس دور میں پس پشت چلا گیا ہے۔ لیکن یکسر متروک بھی نہیں ہوا اور غالباً ترک کرنے کے لائق بھی نہیں ہے۔

میں اس کے ساتھ بچپن سے مانوس رہا ہوں۔ میرے والد احتشام الدین حقی مرحوم کو بھی اس سے ذوق تھا اور چھوٹے دادا سیف الحق ادیب (شاگردِ غالب) کو بھی۔ ہر دو بزرگ خاندانی واقعات پر بھی اکثر مشق تاریخ گوئی فرماتے اور بعض معرکے کی تاریخیں کہہ گئے ہیں۔ بعض شادیوں کے جہیز کی فہرست میں ہر اندراج سے تاریخ برآمد ہوتی تھی۔ میرے ایک چچا مصباح الدین صاحب فی المثل چڑیا کے بچے کے وفات پانے کی بھی تاریخ نکال دیتے تھے۔ مجھے اتنے غلو سے کام لینے کی کبھی فرصت نہیں رہی۔ ادب کے کوچے میں بھی قدم رکھنے کی جتنی مہلت ملی بس غنیمت تھی۔ تاہم بہت سی تاریخیں میں نے بھی کہی ہیں۔ بہت سی کہہ کر بھلا دی گئیں، جو باقی رہ گئیں، ان سب کا ایک منتخب مجموعہ زیر ترتیب ہے۔ اس کا ایک باب ادبی شخصیات سے تعلق رکھنے والے سانحات کی تاریخوں پر مشتمل ہے جس میں سے کچھ اقتباسات ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں۔ جب سے ہوش سنبھالا ہے حوادث کا سلسلہ چل رہا ہے بلکہ کچھ بڑھتا ہی گیا ہے اسی بنا پر یہ عرض کیا تھا:

اشکِ باراں کو جھڑی اب نہ لگانے دینا
پھر تو بھیگے ہوئے دامن کو سکھانے دینا
دستور رکھنا یہ سمٹے ہوئے گوشے آباد
اب کوئی بزم سے جائے تو نہ جانے دینا

دیکھنا ہے کہ جانے والے یاد رکھنے والے اس توقع کو ہمارے جیتے جی کس حد تک پورا کرتے ہیں۔

ش ح ح

قطعاتِ تاریخِ وفات

میراجی

میراجی کا اصل نام محمد ثناء اللہ ڈار تھا۔ ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیم گجرات (کاٹھیاواڑ) بوستان (بلوچستان) سکھر (سندھ) وغیرہ میں حاصل کی۔

لاہور میں ادبی زندگی کا آغاز ہوا پہلے ساحری تخلص رکھا تھا پھر میراجی اختیار کیا۔ ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۱ء تک ادبی دنیا کے نائب مدیر رہے۔ اس کے بعد آل انڈیا ریڈیو، دہلی میں ملازم ہو گئے۔ چند سال بعد بمبئی گئے، ۱۹۴۹ء میں وہیں انتقال ہوا۔

میراجی کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ "گیت ہی گیت" اور "مشرق و مغرب کے نغمے" بہت ہی مشہور ہیں۔

کس سے پوچھوں کہ کیوں وہ جانِ عزیز　　خاطرِ زندگی پہ بار ہوئی
عینِ فصلِ نمو میں تیرے بغیر　　نظمِ نو آہ سوگوار ہوئی!

ڈاکٹر محمد دین تاثیر

۲۲ دسمبر ۱۸۹۹ء کو اجنالہ ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے۔ تین برس کی عمر میں اپنی خالہ کے گھر لاہور آ گئے، جو میاں نظام الدین کو بیاہی تھیں۔ تعلیم کے تمام مراحل لاہور میں طے ہوئے ۲۴ء میں جامعۂ پنجاب سے انگریزی میں ایم اے پاس کیا۔ ۱۹۲۶ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں انگریزی کے استاد مقرر ہو گئے۔ یہ سلسلہ ایک مختصر وقفے کے ساتھ ۱۹۳۳ء تک جاری رہا۔ اسی سال کے آخر میں ۱۹۳۶ء میں کیمبرج یونی ورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری لے کر لوٹے تو ۱۹۳۶ء میں ایم اے او کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۰ء میں وہ سری پرتاب کالج کے پرنسپل ہو کر سری نگر چلے گئے۔ ۱۹۴۲ء میں انھوں نے گورنمنٹ کی ملازمت اختیار کر لی۔

قیامِ پاکستان کے بعد وزارتِ امورِ کشمیر میں ڈائریکٹر پبلسٹی مقرر ہوئے۔ ستمبر ۱۹۴۸ء میں اسلامیہ کالج لاہور کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ اسی عہدے پر ۳۰ نومبر ۱۹۵۰ء کو انتقال ہوا۔

ان کی ادبی زندگی کا آغاز اسکول کے زمانے سے ہوگیا تھا۔ کالج میں ان کی ادبی صلاحیتوں کو جلا ملی۔ نیرنگِ خیال کا اجرا (۱۹۲۴ء) لاہور سے ہوا تو وہ چند پرچوں کی اشاعت تک اس کے جوائنٹ ایڈیٹر رہے۔ کریسنٹ (اسلامیہ کالج میگزین) کی مجلسِ ادارت کے وہ صدر رہے، بزمِ فروغِ اردو اور کرائٹیرین کے قیام میں ان کا حصہ تھا۔ ۱۹۳۳ء میں "کارواں" کے نام سے ایک ادبی سالانہ مجلہ نکالا۔

وہ بہترین ادبی ذوق کے مالک تھے، مطالعہ بہت وسیع تھا اور اردو، انگریزی، دونوں زبانوں میں تحریر پر انہیں قدرت حاصل تھی۔ ۱۹۳۳ء تک وہ ملک کے علمی اور ادبی حلقوں میں شہرت حاصل کر چکے تھے۔ علامہ اقبال مرحوم نے تاثیر کی علمی و ادبی صلاحیتوں اور فنونِ لطیفہ میں ان کے گہرے شغف اور پختہ ذوق کا اعتراف کیا ہے۔

رفتہ بعدِ محمد دیں لے حسرتِ خام
"لطف از صحبت و تاثیر از صہبائے کلام"
۱۹۵۰ء

پنڈت کیفی دہلوی

پنڈت برج موہن دتاتریہ نام اور کیفی تخلص تھا۔ اصلاً کشمیری خاندان کے ایک فرد تھے۔ ان کے نانا پنڈت کنہیا لال ریاست نابھہ میں ایک زمانے میں کوتوال تھے۔ کیفی ۱۳ دسمبر ۱۸۶۶ء میں بمقام دہلی پیدا ہوئے۔ فارسی زبان و ادب کی تحصیل اپنے نانا سے کی اور انگریزی کی تعلیم سینٹ اسٹیفنس کالج، دہلی میں ہوئی۔ کشمیر میں اسسٹنٹ فارن سکریٹری تھے۔ سبکدوش ہونے کے بعد ریاست جینتی میں مجسٹریٹ اور ملکر کے عہدے پر فائز رہے۔

خاندان کے علمی و ادبی ماحول میں شاعری کا ذوق پیدا ہوا۔ ایک بلند پایہ شاعر ہونے کے ساتھ اعلیٰ پائے کے محقق اور صاحبِ طرز ادیب اور ماہرِ لسانیات بھی تھے۔ اردو زبان و ادب کے شیدائی تھے۔ انجمن ترقی اردو کے کاموں میں بابائے اردو مولوی عبدالحق کے شریکِ معاون تھے۔ یکم نومبر ۱۹۵۵ء کو انتقال ہوا۔

کیفیہ، عالم النحو، اردو زبان، تمثیلِ مشاعرہ، جگ بیتی، خمسۂ کیفی وغیرہ ان کی تصانیف یادگار ہیں۔

سن لی خبر جنابِ کیفی کی موت کی بھی — پیدا نہ ہوں گے اے دل! اب ایسے آدمی بھی
انساں بھی خوب تھے وہ عالم بھی ایسے جید — کرتی تھی ناز جن پر اردو بھی، فارسی بھی

گرویدہ ان کے سب تھے ہندو ہوں یا مسلماں
اے وہ بشر کہ جو ہو پنڈت بھی مولوی بھی!

باذوق، بالیاقت، گھٹی میں تھی فصاحت
اصلاً تھے کاشمیری اور خاص دہلوی بھی!

کیفی نہیں رہے تو اب کیا ہے انجمن[1] میں
"غائب ہے جوت لو کی، وہ شمع جل بجھی بھی"

۱۹۵۵ء

اسرار الحق مجاز

اسرار الحق مجاز ۱۹۱۱ء میں قصبۂ ردولی ضلع بارہ بنکی (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کے مراحل لکھنؤ، آگرہ اور علی گڑھ کے تعلیمی اداروں میں طے ہوئے۔

آواز (دہلی) نیا ادب (لکھنؤ) ادیب (دہلی) اور کئی دوسرے رسالوں اور اداروں سے وابستہ رہے آخر میں حکومتِ بمبئی کے محکمۂ اطلاعات سے وابستہ ہو گئے تھے۔ ۵، دسمبر ۱۹۵۵ء کو انتقال ہوا۔

مجاز ایک بلند پایہ ادیب اور شاعر تھے۔ آہنگ، شب تاب اور سازِ نو ان کے کلام کے مجموعے ہیں۔

جو پھیلی تھی جوالا نہ مدھم پڑے گی
جو گونجا تھا نغمہ کبھی چپ نہ ہوگا

رہے گا اک آہنگِ خاموش برپا
گیا وہ مگر کیا؟ کبھی چپ نہ ہوگا"

۱۹۵۵ء

رضا علی خان وحشت

رضا علی خان وحشتؔ ۱۸، نومبر ۱۸۸۱ء کو کلکتہ میں پیدا ہوئے۔

امپیریل ریکارڈس ڈپارٹمنٹ میں ملازمت سے عملی زندگی کا آغاز کیا۔ ۱۹۲۷ء میں اسلامیہ کالج، کلکتہ کے قیام کے وقت سے اردو، فارسی کے استاد مقرر ہوئے، بعد میں صدرِ شعبہ۔ ۱۹۳۶ء میں ملازمت سے ریٹائرڈ ہوئے تو لیڈی برابورن گرلس کالج میں اردو، فارسی کے پروفیسر ہو گئے۔ مئی ۱۹۵۰ء میں کلکتہ سے ترکِ سکونت کر کے ڈھاکا چلے گئے۔

وحشتؔ اردو اور فارسی کے بلند پایہ شاعر اور غالبؔ کے متبع تھے۔ ان کا پہلا دیوان ۱۹۱۰ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد کلام کے تین مجموعے مزید اور مکاتیب و مقالات کے مجموعے شائع ہوئے۔ ادبی خدمات کے اعتراف میں برطانوی حکومت نے انھیں خان بہادر اور شمس العلماء کا خطاب دیا۔

---

[1] انجمن ترقی اردو (ہند) جس سے ان کو تعلق تھا۔

۲۰ جولائی ۱۹۵۷ء کو جمعہ کے دن ڈھاکا میں ان کا انتقال ہوا۔

اک صاحبِ فن اہلِ نظر اور بھی گزرا　　"اک حادثۂ وحشت اثر" اور بھی گزرا

۱۹۵۵ء

جگر مرادآبادی

غزل کے منفرد شاعر جگر مرادآبادی کا نام شیخ علی سکندر تھا۔ اپریل ۱۸۹۰ء میں مرادآباد (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ آخری دور میں مستقل سکونت گونڈہ میں اختیار کرلی تھی ۹ ستمبر ۱۹۶۰ء کو وہیں انتقال ہوا۔ داغِ جگر، شعلۂ طور، آتشِ گل ان کے کلام کے مجموعے ہیں جگر کے خطوط کے بعض مجموعے بھی شائع ہوئے ہیں۔

بزمِ غزل فسردہ شد از رحلتِ جگر　　کیفِ سخن برفت و لوارا اثر نماند
نورے کہ داشتیم رہِ آسماں گرفت　　آں شمع خواستیم کہ ماند، مگر نماند
ماتم کناں ست عشق کہ صاحبدلے برفت　　سر برکف است حسن کہ آں دیدہ ور نماند

آہنگ و وجد و حال فرو رفت از میاں
"داغِ جگر بماند و نشانِ جگر نماند"

۱۹۶۰ء = ۱۴۰ – ۲۰۰۰

(آہنگ، وجد، حال کے اعداد کا تخرجہ)

دیگر

"جگر فصیح بیاں بطلِ غزل" (۱۹۶۰ء)

بابائے اردو مولوی عبدالحق

مولوی عبدالحق صاحب طرزِ ادیب، مصنف و محقق، ماہرِ لسانیات، اردو کے عاشق ۱۹۱۲ء سے انجمنِ ترقی اردو کے روحِ رواں تھے، ۱۸۶۹ء میں قصبہ ہاپوڑ ضلع میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ علی گڑھ سے بی اے پاس کیا۔ حیدرآباد (دکن) میں شعبۂ تعلیم اور جامعہ عثمانیہ سے وابستہ رہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد کراچی آگئے اور انجمن ترقی اردو (پاکستان) کے قیام کے ساتھ اردو تحریک کی رہنمائی کی، اردو کالج کا قیام ان کا کارنامہ ہے۔ ۱۶ اگست ۱۹۶۱ء کو کراچی میں انتقال فرمایا۔ ان کے نام سے معروف سڑک "بابائے اردو روڈ" پر انجمن کے احاطے میں مدفون ہیں۔

خطبات، مقدمات، خطوط وغیرہ کے مجموعے، قواعد اردو، اردو صرف و نحو، سر سید احمد خاں، حالی، چند ہمعصر وغیرہ ان کی تصانیف یادگار ہیں۔ قدیم اردو کی کئی تصانیف کی دریافت و تدوین ان کی رہینِ منت ہے۔ وہ اردو تحریک کے عظیم رہنما اور اردو زبان کے سب سے بڑے محسن تھے۔ اردو زبان و ادب اور قدیم اردو مخطوطات کی دریافت اور تدوین و اشاعت کی عظیم الشان خدمات کے اعتراف میں قوم نے انھیں "بابائے اردو" کے معزز لقب سے نوازا۔ شان الحق حقی نے مرحوم کے انتقال پر لکھا تھا:

"وہ اردو کی انجمن کے سب سے تابندہ چراغ تھے۔ اس کے گل ہو جانے سے دور دور تک تاریکی نظر آتی ہے، جو ایک عرصے تک زائل نہ ہو سکے گی۔"

سدھارے مولوی صاحب بالآخر ۔۔۔ وہ عبدالحق کہ تھے بابائے اردو
بدونِ "مولوی" یہ سالِ غم ہے ۔۔۔ "خدا اردو کا حافظ ہائے اردو"

۲۰۵۳-۹۲ = ۱۹۶۱ء

۹۲

امتیاز علی تاج

امتیاز علی نام اور تاج تخلص تھا۔ ۱۹۰۰ء میں دیوبند (ضلع سہارن پور) میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کے مراحل لاہور میں طے پائے۔

اردو ڈرامے کی تاریخ میں تخلیق اور تحقیق و تدوین ہر دو لحاظ سے ان کا نام زندۂ جاوید رہے گا۔ انار کلی، چچا چھکن وغیرہ مشہور ڈرامے لکھے، قدیم ڈراموں کو متعدد جلدوں میں مرتب کیا۔ مجلسِ ترقی ادب، لاہور کے ڈائرکٹر تھے۔ ۱۹۷۰ء میں بہ مقام لاہور انتقال ہوا۔ حقی صاحب نے ان کے انتقال کے حادثے کو "اردو دنیا کے عظیم سانحات میں" شمار کیا ہے۔ اور ان کے کام اور فن کی رعایت سے "آہ تمثیلِ تاج" (۱۳۹۰) کیا خوب تاریخ نکالی ہے۔

تاج کے سانحے کی خبر سن کے آج ۔۔۔ دل سے نکلی صدا "آہ تمثیلِ تاج"

۱۳۹۰ھ

حفیظ ہوشیار پوری

حفیظ ہوشیار پوری کے والد شیخ فضل محمد کا تعلق ہوشیار پور سے تھا لیکن انھوں نے جھنگ کے قصبہ دیوان پور میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ حفیظ مرحوم ۵ جنوری ۱۹۱۲ء کو اسی قصبے دیوان پور میں پیدا ہوئے۔

حفیظ کی تعلیم ابتدا سے ایف اے تک ہوشیار پور میں اور اس کے بعد لاہور میں ہوئی تھی۔ انھوں نے ایم اے

فلسفے میں کیا تھا۔ مولانا گرامی اور علامہ اقبال کی صحبتوں سے فیض یاب ہوئے۔ ہمایوں، ادبی دنیا، شیرازہ، ریاست، پھول، تہذیب نسواں کے اداروں سے وابستہ رہے۔ بعد میں آل انڈیا ریڈیو میں پروڈیوسر ہو گئے۔ ریڈیو پاکستان کے ڈایریکٹر کے عہدے سے ۱۹۶۷ء میں ریٹایر ہوئے۔ ۱۰ جنوری ۱۹۷۳ء کو کراچی میں وفات پائی۔ حفیظ تاریخ گو بھی تھے۔ لیاقت علی خاں کی تاریخ وفات انھوں نے اقبال کے اس مصرع سے نکالی تھی "ملت شہید کیا ہے تب و تاب جاودانہ"

حفیظ مرحوم کا شمار غزل کے بہترین شعرا میں ہوتا ہے۔ مجموعۂ کلام ختنی صاحب کے مقدمے کے ساتھ حفیظ کے انتقال کے بعد چھپا۔

درجمل بود برائے سخ حفیظ | سال او "المورخ حفیظ"
۱۹۷۳ء

ممتاز حسن

ممتاز حسن ۶ اگست ۱۹۰۷ء کو تلونڈی موسا خان ضلع گوجرانوالا میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام محمد حسن تھا۔ دہلی اور لاہور میں اعلیٰ تعلیم کے مراحل طے کیے۔

۱۹۳۶ء میں انڈین سول سروس میں شمولیت اختیار کی حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے۔ نیشنل بنک آف پاکستان کے مینجنگ ڈایریکٹر کے عہدے سے ریٹایر ہوئے۔ پاکستان میں اردو کے تقریباً تمام علمی، ادبی اداروں سے ان کا رکنیت یا عہدہ و منصب کا تعلق تھا۔ انجمن ترقی اردو پاکستان کے وہ نائب صدر تھے۔ اہلِ علم و ادب کے بڑے قدر دان تھے اور ان کی ہر طرح امداد و دست گیری پر مستعد رہتے تھے۔

ممتاز صاحب شاعر و ادیب تھے، نکتہ سنج و سخن فہم تھے۔ مطالعے کے بہت شائق، اقبال کے عاشق اور شرافت کا پیکر اور انکسار کی تصویر تھے۔ بے شمار کتابوں پر مقدمے، پیش لفظ اور تعارف لکھے، درجنوں مقالے بھی لکھے "جستجو" کے نام سے مجموعۂ کلام اور "اقبال اور عبدالحق" ان کی ایک کتاب یادگار ہے۔

۲۸ اکتوبر ۱۹۷۴ء / ۱۱ شوال ۱۳۹۴ھ کو کراچی میں انتقال ہوا۔

نعمتِ بیش بہا صحبتِ ممتاز حسن | خلد گم گشتۂ ما حضرتِ ممتاز حسن
ان کے دم سے تھا فروغِ فن و فرہنگ یہاں | یہ چمن زار تھا از دولتِ ممتاز حسن
گرچہ قدموں میں رہی ان کے ہی ہاتھوں سے بٹی | سوے دولت نہ پھری نیتِ ممتاز حسن
اک کرشمہ تھا عجب سیرتِ صافی ان کی! | اک عجوبہ تھا یہاں صورتِ ممتاز حسن

خوں کی اک لہر ہے جو پھوٹ بہی ہے دل سے — کوئی سمجھے نہ فقط سیدحت ممتاز حسن
خوردہ گیروں کو تو کیا ان میں ملے گا لیکن — "پاک ہیں یاد رکھیں خدمتِ ممتاز حسن"

۱۹۷۴ء

جاں نثار اختر

سید جاں نثار حسین رضوی نام تھا لیکن وہ جاں نثار اختر کے نام سے مشہور ہوئے۔ مضطر خیر آبادی (محمد افتخار حسین ف ۱۹۲۷ء) کے اکلوتے بیٹے تھے۔ ۸ فروری ۱۹۱۴ء کو گوالیار میں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک تعلیم گوالیار میں حاصل کی۔ بی اے آنرز علی گڑھ سے کیا۔ ۱۹۴۳ء میں ان کی شادی اسرار الحق مجاز کی ہمشیرہ صفیہ سے ہو گئی۔

۱۹۴۷ء میں جاں نثار اختر نے گوالیار کی سکونت ترک کر دی، بھوپال چلے گئے اور حمیدیہ کالج کے شعبۂ اردو فارسی سے دونوں میاں بیوی منسلک ہو گئے۔ ۱۹۴۹ء میں اختر نے کالج کی ملازمت ترک کر دی، بمبئی چلے گئے اور فلموں کے لیے گانے لکھنے لگے۔ وہ فلموں کے ایک کامیاب شاعر ہونے کے علاوہ شاعرانہ فکر اور فن کے لحاظ سے بھی اونچا مقام رکھتے تھے۔

ان کے کلام کے سات مجموعے شائع ہوئے۔ حکومت کی جانب سے ان کی ادبی خدمات کا اعتراف بھی کیا گیا اور بعض مجموعوں پر انھیں انعام بھی ملا۔ ۱۸ اگست ۱۹۷۶ء بروز چہار شنبہ بمبئی میں انتقال ہوا۔ وہیں دفن ہوئے۔

ہو گئی کچھ اور مدھم بزمِ دل کی روشنی — رہ گئے بجھ کر کئی جو جل رہے تھے کل دیے
جاں نثار ایسے کہاں اب جن پہ جانیں تھی نثار — سب نکال آشفتگی نے آہ وہ کس بل دیے
از رخ اعداد ابھی تھے اٹھتیس اور سال — "لیکن اب کے سال ہی تم جلد اختر چل دیے"

(جاں نثار اختر کے اعداد ۲۰۰۶) — ۱۹۷۵ء

کرنل مجید ملک

"کرنل اور پی آئی او" اور "مگر اے حسینۂ نازنین" کے مصنف کرنل مجید ملک نے پنجاب سے میٹرک کیا، علی گڑھ گئے، ایم اے انگریزی میں داخلہ لیا لیکن علی گڑھ سے صرف ایل ایل بی کا امتحان

لہ: دہلیز جلے حضوری۔ ؎ ہر چہ دارم "ہمہ از دولت" قرآں دارم (حافظ)

پاس کیا۔

"مسلم آؤٹ لک" کے اسٹاف میں شریک رہے۔ پھر اس کے ایڈیٹر بھی ہو گئے۔ مسلم آؤٹ لک بند ہو گیا تو یونائیٹڈ پریس آف انڈیا میں شامل ہو کر بمبئی چلے گئے۔ کچھ عرصے ریاست ٹونک میں سول جج رہے۔ دوسری جنگِ عظیم کے زمانے میں محکمہ فارغ کے پبلک ریلے سشنز ڈائریکٹریٹ میں وہ کپتان کی حیثیت سے شریک رہے اور ترقی کرتے ہوئے ڈی پی آر کے عہدے تک پہنچے۔

پاکستان بننے کے بعد پریس انفارمیشن کے عہدے پر فائز رہے اور محکمہ مطبوعات و اشتہارات کے انچارج رہے۔

ٹھنڈے مزاج کے، خوش طبع اور خوش ذوق انسان تھے۔ دھیمے لہجے میں بات کرتے تھے۔ اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں گفتگو میں مہارت اور تحریر میں کمال حاصل تھا۔ وہ اردو کے بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ شاعری کا شوق انہیں آخر تک رہا لیکن اپنے تئیں شاعر کہلانا اور کلام چھپوانا انھیں پسند نہ تھا۔

کراچی میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ یہیں ۲۶ اکتوبر ۱۹۷۶ء کو انتقال ہوا۔

دیگر

"باب باغِ ارم مجید ملک"　　　شد چراغِ ارم مجید ملک

۱۳۹۶ھ

تیصری بیگم

تیصری بیگم مولوی شرف الحق کی بیٹی اور ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کی نواسی تھیں۔ ان کی والدہ کا نام صغرا بیگم تھا جو مرآۃ العروس میں اصغری کے کردار میں نظر آتی ہیں۔ تیصری بیگم ۱۸۹۳ء میں حیدرآباد (دکن) میں پیدا ہوئیں۔

اردو، فارسی، عربی کے علاوہ انگریزی کی تعلیم حاصل کی۔ ادب و شعر کا شوق تھا۔ "کتاب زندگی" ان کی خودنوشت ہے۔ اس کے علاوہ کئی کتابوں کی مصنف تھیں۔ ۱۰ اپریل ۱۹۷۷ء کو حیدرآباد (دکن) میں انتقال ہوا۔

بھول کر جس کے قدم بھٹکے نہیں از رہِ حق

"قیصرِ شیریں بیاں شائستہ لب آگاہِ حق"

۱۹۷۷ء

دیگر

گشتہ مقبولِ حق بحسنِ صفات "قیصر پاک بازیافت نجات"

۱۳۹۷ھ

ابنِ انشا

اردو کے مشہور ادیب، طنز و مزاح نگار، کالم نویس اور شاعر ابنِ انشا کا اصل نام شیر محمد تھا۔ پھلور ضلع جالندھر میں ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوئے۔

تعلیم کا آغاز لدھیانہ میں ہوا بی اے پنجاب سے اور ایم اے کراچی سے کیا۔ عملی زندگی کا آغاز ۱۹۵۰ء میں لاہور ریڈیو سے کیا۔ نیشنل بک کونسل کے سکریٹری سے آغاز کرکے ڈائریکٹر کے عہدے تک ترقی کی۔ متعدد اخبارات سے کالم نویس کی حیثیت سے وابستہ رہے۔

ابن انشا تقریباً ۱۲ کتابوں کے مصنف تھے۔ تصانیف میں شاعری، سفر نامے، تراجم، طنز و مزاح شامل ہیں۔

۱۱ جنوری ۱۹۷۸ء کو لندن میں انتقال ہوا۔ میت کو پاکستان لایا گیا۔ ۱۳ جنوری کو کراچی میں پاپوش نگر کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

شخصِ زکی اک مانے جس کو ادنا اعلیٰ ۱۳۹۸ھ

صابر نامی دوست سبھی کا یار ہمارا ۱۳۹۸ھ

(سیاح) اہلِ دانش شیر محمد ابنِ انشا ۱۳۹۸ھ

آہ "ادیبِ مضحکِ کامل شاعرِ یکتا" ۱۹۷۸ء

(ہر مصرع تاریخی ہے)

ڈاکٹر احسن فاروقی

ممتاز ادیب و نقاد پروفیسر ڈاکٹر احسن فاروقی ۱۵ نومبر ۱۹۱۳ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ تقسیم ملک کے بعد پاکستان آگئے اور کراچی، سندھ اور بلوچستان کی یونیورسٹیوں سے وابستہ رہے۔

ڈاکٹر احسن فاروقی دنیاداری سے ناآشنا ایک چابک دست مصنف تھے۔ بے شمار افسانے اور ناول لکھے۔ ادبی تاریخ، تنقید، تراجم میں ان کی کتابیں یادگار ہیں۔

۲۶ فروری ۱۹۷۸ء/۸ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ بروز اتوار کوئٹہ میں انتقال ہوا۔ ۲۷ فروری کو کراچی میں باغ خراساں نامی قبرستان میں سپرد خاک کیے گئے۔

ہم نشیں پوچھ نہ غم احسنِ فاروقی کا
اٹھ گیا اور بھی اک یارِ گرامی اپنا
فاضلِ علم ادب، نکتہ ور و نکتہ شناس
"خالقِ شامِ اودھ ناقدِ نامی اپنا"

۱۳۹۸ھ

سیّد آلِ رضا

سیّد آلِ رضا ممتاز شاعر اور قانون داں تھے۔ آبائی وطن نیوتنی ضلع اناؤ (یوپی) تھا۔ قیامِ پاکستان کے بعد کراچی تشریف لے آئے تھے۔

سیّد صاحب کو شاعری کا شوق بچپن سے تھا۔ سیّد انور حسین آرزو لکھنوی کے شاگرد تھے۔ غزل و مرثیہ ان کے ذوق کا خاص میدان تھا۔ "غزلِ معلّٰی" ان کا دیوان اور "مراثی رضا" کے نام سے ان کے مرثیوں کا مجموعہ ہے۔

۲ مارچ ۱۹۷۸ء / ۲۲ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ بروز جمعرات شب کو کراچی میں انتقال ہوا۔ ان کی عمر ۸۲ سال کی تھی۔ "علی باغ" نامی قبرستان میں تدفین ہوئی۔

عزیزاں سیّد آلِ رضا رفت
گرامی گوہرے نذرِ اجل شد
خمستانِ تغزل بود و سالش
"شکستِ جام و مینائے غزل شد"

۱۹۷۸ء

ماہرالقادری

ماہرالقادری ۱۳۲۴ھ میں موضع کیسر کلاں ضلع بلند شہر (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ "منظور حسین" ان کا تاریخی نام ہے۔ والد کا نام معشوق علی تھا۔

چند سال تک حیدرآباد دکن میں قیام رہا۔ بمبئی کی فلمی دنیا سے وابستہ رہے۔ بجنور کے سہ روزہ مدینہ اور ماہنامہ غنچہ کے ایڈیٹر رہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد سے کراچی میں مقیم تھے۔ اپریل ۱۹۴۹ء میں فاران نکالا۔ اور وفات تک بڑی پابندی کے ساتھ نکالتے رہے۔ فاران اپنے علمی، لسانی، ادبی، دینی خصائص کی بنا پر ایک منفرد رسالہ تھا۔ شاعری کا شوق بچپن سے تھا۔ نظم، غزل، نعت کا خاص ذوق تھا۔ کئی دیوان، سفرنامے، ڈرامے، ناول، اور افسانوں کے مجموعے، نیز سیرت اور اسلام کے موضوع پر کئی تصانیف ان کی یادگار ہیں۔

۱۱، ۱۲ مئی ۱۹۷۸ء / ۳، ۴ جمادی الآخر ۱۳۹۸ھ کی درمیانی شب کو جدہ میں انتقال ہوا۔ ۴ جمادی الآخر بروزِ جمعہ مکہ کے قبرستان جنت المعلیٰ میں سپردِ خاک کیے گئے۔

جس گوہرِ جہت میں رہی تازہ تجلی کی تلاش
اب وہ دل آسودہ ہو کر بے نیازِ جلوہ ہے

یہ وہ منزل ہے نہ آئے درمیاں پائے نگاہ(۵)   "تو ہی فاراںؔ حرم میں سرفراز جلوہ ہے"

۱۳۹۸ھ - ۵ = ۱۴۰۳ھ

دیگر

ہاتف غیب بولا کھینچ کے پاسے   "ماہر القادری فنا فی الشعر"[۲]

۱۳۹۸+۶ = ۱۴۰۴ھ

نور الصباح بیگم

شاعرہ وادیبہ نور الصباح بیگم نورؔ ۲ اپریل ۱۹۰۸ء کو رام پور (یوپی) میں پیدا ہوئیں، اردو، انگریزی کے علاوہ عربی وفارسی کی تحصیل بھی کی تھی۔

ادب کے ساتھ سیاست کا شوق بھی تھا۔ ۱۹۳۷ء میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔ خواتین میں مسلم لیگ کی تحریک کو مقبول بنانے میں سرگرمی سے کام کیا۔ قیام پاکستان کے بعد کراچی آگئی تھیں لیکن وہ یہاں عملی سیاست سے الگ رہیں۔ ۱۶ جولائی ۱۹۷۸ء کو کراچی میں انتقال ہوا۔

نور الصباح بیگم کی گیارہ کتابیں شائع ہوئیں۔ ان میں سے صبح غزل (مجموعۂ کلام) تحریک پاکستان اور خواتین (تاریخ) کمال اتاترک (سوانح) پاکستان کی مشہور شخصیتیں (سوانحی مضامین) مشہور ہیں۔

آں نقش خلق درخیر وصلاح وفلاح رفت   "فخر زماں ادیبۂ نور الصباح رفت"

۱۳۹۸ھ

ذہین شاہ تاجی

شاعر، ادیب، صوفی اور عالم دین ذہین شاہ تاجی کا اصل نام سید محمد طاسین شاہ فاروقی تھا۔ ۱۹۰۲ء میں جے پور (راجستھان۔ بھارت) میں پیدا ہوئے۔ بابا تاج الدین اولیا کے حلقۂ بیعت وارادت سے تعلق رکھتے تھے۔

قیام پاکستان کے بعد کراچی آگئے تھے۔ تاجیہ خانقاہ تعمیر کی، تاج رسالہ نکالا، اصلاح وتبلیغ اور شعر وادب کی

---

[۱] ماہر القادری کا ماہوار جریدہ فاران، ان کا انتقال سعودی عرب میں ہوا اور وہیں مدفون ہیں۔

پائے نگاہ سے مراد ہ جس کے عدد (۵) کا تخرجہ کیا گیا ہے۔

[۲] مشاعرے میں انتقال ہوا۔

خدمت میں مصروف رہے۔ ۲۳ جولائی ۷۸ء، ۱۹/ ۱۶/ ۱۷ شعبان ۱۳۹۸ھ بروزِ یک شنبہ انتقال فرمایا۔ آستانۂ تاجیہ، میوہ شاہ، کراچی کا قبرستان ان کی آخری آرام گاہ بنا۔

تاجِ علیٰ از فرقِ ہدیٰ افتاد ۱۳۹۸ھ

دیگر

تھے منبعِ خلوص و مکارمِ ذہین شاہ — سالِ وفات: "صوفیِ عالم ذہین شاہ"

۱۳۹۸ھ

وسیم الدین بلخی

سید وسیم الدین بلخی مشہور قانون داں رفیع الدین ایڈووکیٹ کے بیٹے تھے۔ آبائی وطن پٹنہ (بہار) تھا۔ وسیم الدین نے اکنامکس میں ماسٹر کی ڈگری ہی حاصل نہیں کی تھی، وہ اپنے مضمون کے ماہر بھی تھے۔ محکمۂ شماریات فینانس ڈویژن آف پاکستان میں عہدے دار تھے۔

مرحوم بلڈ پریشر کے مریض تھے۔ اسی مرض میں یکم جنوری ۱۹۷۹ء کو تینتالیس سال کی عمر میں بہ مقام کراچی انتقال ہوا۔ سخی حسن کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

سید الطاف علی بریلوی کی صاحبزادی سلطان فاطمہ سے مرحوم کی شادی ہوئی تھی۔ ایک بیٹی اور دو بیٹے مرحوم کی یادگار ہیں۔

"اجلِ زوجِ وجیہہ دخترِ الطاف علی"

۱۳۹۹ھ

بسکہ دور است کہ تا مدتِ عمر — بہ شوو زخمِ وسیم بلخی

"قطع شد عمرِ عزیزش یارب" — تا کہ وہ چند بہ طفلاں بدہی

۱۳۹۹ھ

زہیر صدیقی

مشہور صحافی و ادیب زہیر صدیقی ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے صاحب زادے تھے۔ الہ آباد (یوپی) میں پیدا ہوئے تھے۔ زہیر مرحوم انگریزی کے باکمال اداریہ نویس تھے، ڈان کراچی، پاکستان ٹائمز اور سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور سے وابستہ رہے۔ وہ پی آئی اے اور آئی سی پی کے ناظمِ تعلقاتِ عامہ بھی عرصے تک رہے۔

۸ جنوری ۱۹۷۹ء/ ۸ صفر ۱۳۹۹ھ بروزِ دوشنبہ اسلام آباد میں ٹریفک کا ایک حادثہ ان کی موت کا سبب بنا۔ انتقال کے وقت مرحوم کی عمر چپن برس کی تھی۔ میت کو کراچی لاکر دفن کیا گیا۔

در نظر کن شبیہ او کہ ہمیں ست | شکلِ اخلاص و معنیِ مخلص
سالِ رحلت شدہ کہ "حیف زہیر | صاحبِ دل صحافیِ مخلص"

(۱۳۹۹ھ)

علی نظامی

علی نظامی مرحوم خواجہ حسن نظامی کے بیٹے تھے، دہلی میں پیدا ہوئے۔ وہی ان کا مسکن علمی اور مولد و منشاءِ طفولیت تھا۔ قیام پاکستان کے بعد کراچی آ گئے تھے۔ ایک مدت کے بعد اپنی والدہ اور عزیزوں سے ملاقات کے لیے دہلی جا رہے تھے کہ سفرِ آخرت پیش آ گیا۔ کراچی کے ایرپورٹ پر دل کا دورہ پڑنے سے انتقال ہو گیا تھا۔

مرحوم شان الحق حقی کے عزیز تھے۔ حقی صاحب کی بیٹی زیبا سلمہا مرحوم کے بیٹے سید دہمی نظامی سے منسوب ہیں۔

بقصدِ دہلی اگرچہ اٹھا تھا گام سیّد علی نظامی[1] | نظر اٹھائی تو خلد میں تھا مقام سیّد علی نظامی
قضا نہیں یہ وصالِ جاں تھا قضا کا یاؤں درمیاں تھا | یہ کیسے آیا پیام زینب بنام سیّد علی نظامی

۱ - ۱۴۰۰ = ۱۳۹۹ھ

رازق الخیری

مصوّرِ غم علامہ راشد الخیری کے بیٹے، ممتاز ادیب و صحافی اور ناشر رازق الخیری ۱۹۰۰ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ عربک اسکول اور سینٹ اسٹیفنز کالج میں تعلیم پائی۔ عصمت کی ادارتی ذمہ داریوں میں شریک ہوئے، عصمت بک ڈپو قائم کیا۔ ۱۹۲۷ء میں رسالہ بنات اور ۱۹۳۲ء میں جوہرِ نسواں جاری کیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد کراچی گئے تھے اور مذکورہ بالا تینوں رسالوں کو یہاں سے جاری کیا۔

بہت سی ادبی، تاریخی، اصلاحی، معاشرتی تصانیف ان کی یادگار ہیں۔ مرحوم مشرقی تہذیب کا نمونہ تھے۔ ۲۴ دسمبر ۱۹۷۹ء، ۴ صفر ۱۴۰۰ھ بروزِ دوشنبہ کراچی میں انتقال ہوا۔ پاپوش نگر کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

کس قدر وحشت اثر تھی مرگِ رازق کی خبر | حیف گلشن سے کرے یوں کوچ نخلِ بارور

---

[1] عازم دہلی ہونے والے تھے کہ ایئرپورٹ پر انتقال ہو گیا۔ زینب اہلیہ علی نظامی۔

آج تک مضطر فضا میں ایک بے چینی سی ہے
تک رہے ہوں راہ ان کی جیسے گھر کے بام و در

ثبت ہیں ہر سمت گھر میں انکی یادوں کے نقوش
آرہی ہیں ہر طرف ان کی ہی تصویریں نظر

تھے سراپا مہر و شفقت، پیکرِ خلق و خلوص
ان کی کیا تصویر کھینچے گا کوئی تصویر گر

زیست کی ہر آزمائش میں رہے وہ کامگار
ہر بلائے آسماں کے سامنے سینہ سپر

زندگی مانا کہ ہے مل کر بچھڑ جانے کا نام
زیست نے کس سے وفا کی موت سے کس کو مفر

تا بحدِ آرزو دورِ مئے ہستی کہاں
ملتی ہے سب کو یہ مشکل سے بس پیمانہ بھر

ہے مگر اہلِ وفا کی موت بھی پیغامِ زیست
دل سے وہ جاتے نہیں نظروں سے گو جائیں گذر

وہ بھی باقی ہیں اگر ہے ذوقِ خدمت ذوقِ کار
وہ بھی زندہ ہیں خصوص و مہر زندہ ہیں اگر

فکر میں غلطاں مجھے دیکھا تو بول اٹھا سروش
"فیضِ عصمت جاوداں ہے رازق الخیری مر"

۱۴۰۰ھ

جیبہ صدیقی

جیبہ صدیقی ڈی ایف پی میں محکمۂ مطبوعات و فلم سازی میں گزیٹڈ آفیسر تھیں اور ایک رسالہ کی ایڈیٹر بھی تھیں۔ ایم آر صدیقی سے منسوب تھیں جو پاکستان نیشنل سینٹر کے ڈائریکٹر[۱] ہیں۔

بڑی صبر آزما ہے ہمنشیں رخصت جیبہ کی
کہاں کیجے بشر صابر ہو ضابط ہو رضا جو ہو

نہ تڑپے موت پر ایسی تو پھر کیوں دل ہو پہلو میں
نہ ٹپکے یاد میں اسکی تو کیوں آنکھوں میں آنسو ہو

بہت خوشرو بھی ہیں خوشخو بھی ہیں لیکن یہ مشکل ہے
کوئی ایسا ہی خوشرو ہو کوئی ایسا ہی خوشخو ہو

زمانہ کس قدر بدرنگ و بدمنظر ہے آنکھوں میں
زمانہ کسقدر خوشرنگ و خوش منظر ہو گر تو ہو

بھٹکتی پھر رہی ہیں اب نگاہیں اور نہیں پاتیں
کسی میں اسکی عادت ڈھنگ صورت وضع خو بو ہو

دعا یہ تھی نہ ہو خالی کبھی پہلوئے صدیقی
مقدر تھا "غمِ مرگِ جیبہ زیبِ پہلو ہو"

۱۴۰۰ھ

خالد بن جعفر

خالد بن جعفر نام تھا لیکن کے بی جعفر کے نام سے مشہور رہے۔ جعفر علی ان کے والد تھے، ۱۹۴۷ء میں اپنے بھائی ناصر علی، مظفر علی، مبارک علی (نابینا) کے ساتھ پاکستان آگئے۔ حیدرآباد (سندھ) میں قیام تھا۔ پی ڈبلیو

---

[۱] مرحومہ کے شوہر

ڈی کے کنز ڈیکٹر تھے۔ آخر عمر میں کراچی منتقل ہو گئے۔ حقی صاحب کے ہم ذوق تھے۔

سال وصالش آمد خود ار "دہن ابن جعفر شاہ" ۷۸۰ — "لا الٰہ الا اللہ محمدٌ رسول اللہ" ۶۲۰

۶۳۰ + ۷۸۰ = ۱۴۰۰ھ

نفیس (مراد آبادی)

نفیس مرحوم، جناب راغب مراد آبادی کے لائق رشید اور شریف و نفیس فرزند تھے۔ کراچی میں پیدا ہوئے۔ یہیں تعلیم حاصل کی اور بی ای کرنے کے بعد انجنیئر کی حیثیت سے مرچنٹ نیوی سے وابستہ ہو گیا تھا۔ الجزایر کی بندرگاہ انادہ میں ان کے جہاز کو آگ لگ گئی اور نفیس مرحوم اپنے فرائض کی بجا آوری کرتے ہوئے شہادت کے درجے پر فائز ہوئے۔ یہ حادثہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۰ء کو پیش آیا تھا۔ ۶ نومبر کو میت کراچی پہنچی۔ النور سوسائٹی کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

"بہ رحلت نفیس نکو سِیَر" ۱۴۰۰ھ

"جوانی مختصر" ۱۴۰۰ھ

کسے خبر تھی کہ نام ہی میں چھپا رہا اسکا سالِ رحلت\
یہ مان لیجے اجَل ہے بے دل تو سالِ رحلت "نفیس راغب"\
۲ - ۱۴۰۳ = ۱۴۰۰ھ

دیگر

پسرِ جواں کہ بودہ "مہِ آسمانِ راغب" ۱۴۰۰ھ — بشُد و شرر فگندہ "بہ سکونِ جانِ راغب" ۱۴۰۰ھ\
شدہ ہر سینہ سہاں بہ جنازہ شور و شیون — کہ "نفیس کوچ کردی دل و روح و جانِ راغب"\
۱۹۸۰ء

دیگر

سدھارا عالم ارواح کو نفیس کہ ہائے — یہ جسم خاکی تھا "نفسِ نفیس پر دو بھر"\
۱۹۸۰ء

سرور بارہ بنکوی

مشہور شاعر اور فلم ساز سرور یوپی کے شہر بارہ بنکی میں تقریباً ۱۹۳۰ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۴ء میں وہ ہندوستان کی سکونت ترک کر کے مشرقی پاکستان چلے گئے۔ ۱۹۷۰ء میں وہ مستقل طور پر کراچی آگئے۔ اب بنگلہ دیش گئے ہوئے تھے کہ ۳ اپریل ۱۹۸۰ء / ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ بروز پنج شنبہ ڈھاکے میں انتقال ہو گیا۔

ا؎ سہ حرفی لفظ 'اجل' کے وسطی حرف ج = ۳ کا تخرجہ

میت کراچی لائی گئی۔ ۴ ؍اپریل کو پی ای سی ایچ ایس کے قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا۔

مرگِ سرورِ یوسف جمال و زرّیں مقال ۱۴۰۰ھ

دیگر

یوسفِ جہاں سرورِ نازک خیال ۱۴۰۰ھ

دیگر

ناگہ چہ خبر اے دل از شومیٔ بخت آمد | جانش ز تنش رفت و تن شاملِ رخت آمد
از خطِ افق چوں شب برداشت سرِ دامن | "آمد ز افق بر سرِ سنگ[1] آمد و سخت آمد"

(سرِ دامن: د) ۴ - ۱۹۸۴ - ۴ = ۱۹۸۰ء

مشرف الحق حقی

شان الحق حقی کے بھائی تھے، مشرف الحق حقی بڑے تھے۔ ابتدائی تعلیم دہلی میں حاصل کرنے کے بعد ۱۹۳۷ء میں مزید تعلیم کے لیے لندن گئے تھے اور وہیں شادی کر کے سکونت بھی اختیار کر لی تھی۔ اردو کے خوش گو شاعر تھے اور لندن کے ادبی حلقوں میں مقبول تھے۔ ایک عرصے تک بی بی سی کی انڈیا سروس سے وابستہ رہے۔

شبیہ دلبری ست گم امیدِ دیدہ تیز رفت
سالِ غم بشد کہ آہ، مشرفِ عزیز رفت
۱۹۸۰ء

(۲۲) شریف الحسن

شریف الحسن ۲۵ ؍دسمبر ۱۹۱۹ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ سینٹ اسٹیفنز کالج دہلی سے ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔

انفارمیشن سروس سے عملی زندگی کا آغاز کیا۔ آزادی کے بعد پاکستان کے پریس اتاشی

---

[1] سنگِ آفتاب" سرورؔ کے مجموعے کا نام۔ ڈھاکے سے جنازہ ہوائی جہاز پر آیا تھا۔

کی حیثیت سے مختلف ممالک میں خدمات انجام دیں۔ وزارتِ اطلاعات میں ڈائریکٹر کارن پبلسٹی، سینٹو میں ڈپٹی سیکریٹری جنرل اور صدرِ پاکستان کے سیکریٹریٹ میں جوائنٹ سیکریٹری کے عہدوں پر فائز رہے۔ ۱۹۷۸ء میں سبکدوش ہونے کے بعد سعودی عرب کے سفارت خانے میں مشیر ہو گئے۔

شریف الحسن مرحوم ممتاز ادیب اور شاعر تھے۔ وہ بہ یک وقت کئی زبانوں کے ماہر اور اس حد تک کہ اردو، فارسی، عربی، ترکی میں بھی شاعری کی ہے۔ معلومات نہایت وسیع تھیں اور تاریخ گوئی سے بھی ذوق رکھتے تھے۔

۱۳ دسمبر ۱۹۸۰ء/ ۴ صفر ۱۴۰۱ھ کو اسلام آباد میں انتقال ہوا۔ ۱۴ دسمبر کو تدفین ہوئی۔

"صاحبِ ذہنِ سرسبز و طبعِ لطیف" ۱۴۰۱ھ

"ہم بر ظاہر حسن ہم بہ باطن شریف" ۱۹۸۰ء

اطہر نفیس

ممتاز ادیب و شاعر اطہر نفیس کا نام کنور اطہر علی خاں تھا۔ ۱۹۳۳ء میں آگرہ (یوپی) کے ایک قصبے میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان آئے۔ ۱۹۵۳ء میں روزنامہ جنگ کے ادارے سے منسلک ہو گئے اور وفات تک اسی سے وابستہ رہے۔

"کلام" کے عنوان سے ۱۹۷۵ء میں ان کا مجموعۂ کلام شائع ہوا۔ ۲۱ نومبر ۱۹۸۰ء/ ۱۲ محرم ۱۴۰۱ھ کو کراچی میں ان کا انتقال ہوا اور سخی حسن کا قبرستان ان کا مدفن بنا۔

اٹھا بزمِ سخن سے آج اطہر وہ اطہر تھا جو خوش گویوں میں خوشتر

خلوص و خلق و محبوبی کا پیکر وہ اطہر جانِ عصر و جانِ اصغر

۱۹۸۰ء

(اصغر، اطہر کے برادرِ بزرگ بمنزلہ پدر)

دیگر

سنِش کوتاہ تر از ماہِ کامل

سِنش: "مرد اطہر شیریں شمائل" ۱۴۰۱ھ

خلیق الرحمٰن

جناب شفیق الرحمان کا یہ ہونہار فرزند ۴ ؍مارچ ۱۹۶۲ء کو پیدا ہوا اور خلیق الرحمان نام پایا۔ کراچی اور راولپنڈی کے اچھے اسکولوں میں تعلیم پائی اور ہمیشہ نمایاں پوزیشن حاصل کی۔ اسلام آباد میں فرنچ زبان کا کورس بھی کر لیا تھا۔ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور میں سال اول کا طالب علم تھا۔ امتحان ہونے والا تھا، تیاری کے سلسلے میں چند دن کے لیے ماں باپ کے پاس راولپنڈی گیا ہوا تھا۔ ۱۶؍ جولائی ۸۱ء کو ریل کے ایک حادثے میں جاں بحق ہو گیا۔

شفیق باپ کا خلیق بیٹا تھا۔ ماں باپ کا کیا پوچھنا، جس نے سنا اس پر بجلی گری۔ خدا غریق رحمت کرے۔

درد ہے گرچہ جانگزا   صدمہ ہے گرچہ جاں گسل
اہل نظر ہے دیدنی   "ضبط شفیق زندہ دل"

۱۴۰۱ھ

اہلیہ حکیم محمد سعید

حکیم محمد سعید دہلوی کی اہلیہ مرحومہ کا دس روز کی علالت کے بعد ۶۰ سال کی عمر میں ۸ ؍اگست ۱۹۸۱ء کو کراچی میں انتقال ہوا۔ مرحومہ ڈاکٹر حافظ محمد الیاس صاحب ہمدرد (وقف) کے مینجنگ ڈائریکٹر کی بہن تھیں۔ (تاریخ وفات مع لوح مزار)

ہنگام رخصت روح عزیزش   بر پہلوے شومی داد دستک
آواز خرمک آمد: سعیدی   "ہذا فراق بینی و بینک"

۱۴۰۱ھ

شایان شان است ایں سال دیگر   "پاکیزہ باطن خاتون زیرک"

۱۴۰۱ھ

گم گشتہ گو آں روے خجستہ   نامش مبادا زیں لوح منفک
یارب ببخشا بر روح پاکش   از بہر احمد سِتم و بارک

شبیر علی کاظمی

سید شبیر علی کاظمی سنبھل ضلع مراد آباد میں پیدا ہوئے۔ تاریخ پیدائش ۱۱ر جون ۱۹۱۵ء ہے۔ میٹرک تک تعلیم سنبھل میں حاصل کی۔ انٹر کا امتحان چندوسی کالج سے پاس کرنے کے بعد علی گڑھ چلے گئے۔ اور بی اے، بی ٹی کے علاوہ اردو اور فارسی میں ایم اے کی ڈگریاں حاصل کیں۔

عملی زندگی کا آغاز نائب تحصیل دار کے عہدے سے کیا تھا۔ یہ کام ان کے ذوق کا نہ تھا اس لیے چھوڑ دیا اور تدریس کا شغل اختیار کیا۔ مختلف مقامات پر خدماتِ تدریس انجام دیں۔ ۴۹ء میں مشرقی پاکستان چلے گئے۔ گورنمنٹ کالج راج شاہی میں اردو کے پروفیسر تھے۔ علمی و تعلیمی حلقوں کی وہ ایک معروف شخصیت تھے اور اپنے خاندان کے ساتھ ایک کامیاب زندگی گزار رہے تھے کہ ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان کے سقوط کے حادثے نے ان کے خاندان کے شیرازے کو نہ صرف بکھیر دیا بلکہ ایک بھائی، دو بھتیجے، ایک داماد، تین بیٹے اس حادثے کی نذر ہو گئے اور کاظمی صاحب کو با دلِ نا و با دیدۂ گریاں مغربی پاکستان آنا پڑا۔ مرحوم بڑے دل گردے کے انسان اور بہت ہمت والے شخص تھے جن مصائب کو انھوں نے جھیلا تھا، ان کے تصور سے دل ہل جاتا ہے۔

۱۹۷۲ء سے وہ انجمن ترقی اردو پاکستان سے وابستہ تھے۔ رسالہ اردو، اور قومی زبان کے ایڈیٹر تھے، پھر شریک معتمد بھی ہو گئے۔ ان کی تصنیفات میں اردو بنگلہ کے مشترکہ الفاظ، چند تعلیمی تصورات پر اچین اردو اور بے شمار علمی مقالات یادگار ہیں۔ لسانیات کا خاص ذوق تھا، تعلیم کے مسائل سے بھی دلچسپی تھی۔

دل کے مریض ہو گئے تھے کئی بار اسپتال میں داخل ہو چکے تھے۔ ۳۰ر جنوری ۱۹۸۵ء کی شام ان کی زندگی کی آخری شام ثابت ہوئی۔ ۳۱ر جنوری کو وہ اس دنیا میں موجود نہیں تھے۔

یہ قطعہ ۱۹۷۰ء میں کاظمی صاحب کے فرزندان اور داماد کی گمشدگی پر لکھا گیا تھا جن کی بابت ظاہر تھا کہ سابق مشرقی پاکستان کے فسادات میں شہید ہوئے۔ اب اس میں ان کی اپنی وفات کی تاریخ کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ رح

مشکل ہے بات شناسائی غم شبیر کاظمی
صد آفرین ہر دم شبیر کاظمی
ہے ضبط کی یہ شان کہ جلوت میں آج تک
دیکھی نہ چشم پرنم شبیر کاظمی

حاصل کمالِ صبر و رضا سے ہے سالِ نحس ــــ سچ پوچھئے یہی ہے عالم شبیر کاظمی
۱۳۹۰

آساں نہیں کہ پائے کوئی اس کے غم کی تھاہ ــــ جو نیک زن تھی ہمدم شبیر کاظمی
حکمِ قضا اب اور ہے چودہ برس کے بعد ــــ یعنی "جیو بماتم شبیر کاظمی"
۱۹۸۵ھ

کی حالِ زوجہ پر جو نظر منہ سے بول اٹھا ــــ "صبرِ جمیلِ بیگم شبیر کاظمی"
۵۵ ــــ ۵۵ + ۱۹۳۰ = ۱۹۸۵ء

سید خالد علی

سید خالد علی، سید الطاف علی بریلوی کے صاحب زادے تھے اور نیشنل بینک آف پاکستان میں ملازم تھے۔ ادبی ذوق کے مالک اور شاعری سے شغف رکھتے تھے۔

دماغ کے سرطان میں مبتلا ہو کر ۷ راپریل ۱۹۸۲ء کو کراچی میں انتقال کیا۔ سخی حسن کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ انتقال کے وقت ان کی عمر صرف ۴۳ سال کی تھی۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی مرحوم کی یادگار ہیں۔

ہیچ آہے کہ کشیدہ دل او کس نشنید
غم گساراں ہمہ اند شاہد الطاف علی
صبر الطاف علی ہیں دل غمگیں کہ خوری
"رنج برسانحۂ خالد الطاف علی"
۱۴۰۳

میر رسول بخش تالپور

میر رسول بخش تالپور ستمبر ۱۹۲۰ء میں ٹنڈو میر محمود (حیدرآباد) میں پیدا ہوئے۔ وہ سندھ کے آخری حکمراں تالپور خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے جدِ امجد کلہوڑا عہد میں سندھ آئے تھے اور ۱۷۸۳ء میں انھوں نے اقتدار بھی حاصل کر لیا تھا۔ سندھ پر انگریزوں کے قبضے سے ان کے خاندان کی حشمت و

ریاست ختم ہو گئی لیکن سندھ میں ان کے خاندان کی عزت اور احترام بدستور رہا۔ میر رسول بخش کے والد حاجی میر نبی بخش خاں سندھ کے ایک بااثر زمیندار تھے۔

میر صاحب کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی، بعد ازاں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں ان کا داخلہ کروایا گیا۔ ان کے علمی و سیاسی ذوق کی تربیت میں اس ادارے کا بہت حصہ تھا۔ وہ شروع ہی سے برٹش استعمار اور فرنگی سامراجیت کے خلاف تھے اور عملی سیاسی زندگی کے آغاز ہی سے انھوں نے مزدوروں، کسانوں اور نچلے طبقے کے پیشہ وروں کے مسائل میں دلچسپی لینا شروع کر دی تھی۔ ۱۹۵۰ء میں انھوں نے عوامی لیگ میں شمولیت اختیار کی، ۱۹۶۷ء میں پیپلز پارٹی قائم ہوئی۔ میر صاحب اس کے بانی ارکان میں سے تھے۔ ۱۹۷۰ء میں صوبائی اسمبلی کے انتخاب میں حصہ لیا اور کامیاب ہوئے۔ ۲۹ اپریل ۱۹۷۲ء کو وہ سندھ کے گورنر مقرر ہوئے۔ فروری ۷۳ء میں وہ پیپلز پارٹی سے اختلافات کی بنا پر الگ ہو گئے۔ قومی اتحاد کی تحریک میں حصہ لیا۔ اور قید و بند کے مرحلوں سے گزرنا پڑا۔ مئی ۸۱ء میں انھیں حکومتِ سندھ کا سینیئر وزیر مقرر کیا گیا۔

یکم مئی ۱۹۸۲ء کو ہفتے کے روز ساڑھے نو بجے شب کراچی میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اگلے روز شام کو گنج نگر (حیدرآباد) پر واقع ان کے آبائی قبرستان میں انھیں دفن کیا گیا۔

میر رسول بخش تالپور کی سیاسی تربیت اور رہنمائی میں ان کے بڑے بھائی میر علی احمد تالپور کا بہت حصہ تھا۔ مرحوم تالپور نہایت وضع دار ملنسار تھے، خوش اخلاق، بذلہ سنج، باغ و بہار طبیعت کے مالک اور عجیب آزاد مرد تھے۔ وہ مطالعے کے شوقین، اردو کے شیدائی، علاقائی ادب کے سرپرست اور اپنے خاندان کی علمی و ادبی روایات کے امین تھے۔

"یگانۂ جہاں رسول بخش تالپور"

۱۹۸۲ء

"سب کے عزیز جان جنابِ رسول بخش"

۱۴۰۲ھ

"تھے ہمدمِ جہان جنابِ رسول بخش"

۱۴۰۲ھ

ترسیں گے ان کے سامنے کو اب اہلِ دل کہ تھے
"بابائے مخلصان جناب رسول بخش"

۱۴۰۲ھ

امتیاز علی خاں عرشی

مشہور مصنف، محقق اور شاعر مولانا امتیاز علی خاں عرشی ۸ دسمبر ۱۹۰۴ء کو پیدا ہوئے۔ تالیف وتدوین کے متعدد بلند پایہ کام سر انجام دیے۔ غالبیات میں مہارت تامہ اور گہری نگاہ رکھتے تھے۔ لسانیات اور تحقیق وتدوین میں ان کی متعدد یادگار تصانیف ہیں۔

۲۵ فروری ۱۹۸۱ء / ۱۹ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ کو بدھ کے روز رام پور میں انتقال ہوا۔ محلہ پھلوار کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

(ہندی) گیان کے اک پربت تھے عرشی بودھ کو جن پر رشک[1]

(فارسی) چوں رفتند خردی پرسد گو عالم کو علم

(اردو) فات تھی ان کی فیض کا گویا ہرا بھرا گلزار

عربی و پشتو "موت العالِم موت العالَم جو[3] عرشی خو علم[2]"

(۱۹۸۱ء)

فضل احمد کریم فضلی

مشہور غزل گو شاعر، ناول نگار، مصنف، فلم ساز فضل احمد کریم فضلی کا آبائی وطن الٰہ آباد (یوپی) تھا۔ الٰہ آباد اور لکھنؤ میں تعلیم حاصل کی۔ آئی سی ایس کا امتحان پاس کیا۔ قیام پاکستان سے قبل ہی متعدد بڑے سرکاری عہدوں پر کام کر چکے تھے، ۱۹۴۷ء کے بعد پاکستان آ گئے اور متعدد اہم عہدوں پر خدمات انجام دیں۔

۱۷ دسمبر ۱۹۸۱ء / ۱۹ صفر ۱۴۰۲ھ کو جمعرات کے دن جناح اسپتال کراچی میں انتقال ہوا۔

جن سے مولانا مرحوم کو تعلق تھا۔ [1] عقل دانائی [2] گرو فریب تاز نے گھمنڈ
[3] جو تلفظ جُو (پشتو) بمعنی گیا۔ یہ قطعہ تاریخ پانچ زبانوں میں ہے (در صنعت ملمع)

دوسرے دن بعد نمازِ جمعہ پی ای سی ایچ ایس کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ انتقال کے وقت ان کی عمر ۷۰ برس تھی۔

غزل میں یکتا مذاقِ فضلی سخن میں پایہ بلند ان کا
رہا "ملالِ فراقِ فضلی" ہوا فسانہ وہ فضل آخر

۱۴۰۲ھ

احسان دانش

محمد احسان نام اور دانش تخلص تھا۔ والد کا نام قاضی دانش علی تھا۔ آبائی وطن قصبہ باغپت تھا۔ ۱۹۱۴ء میں ضلع مظفر گڑھ میں پیدا ہوئے۔ گھر کے سقیم حالات کی بنا پر چوتھی جماعت سے آگے تعلیم جاری نہ رہ سکی۔

محنت مزدوری سے عملی زندگی کا آغاز کیا۔ لیکن مطالعے کے شوق اور شاعری کے فطری ذوق نے رہنمائی کی اور وہ اپنے وقت کے بڑے شاعروں اور کامیاب انسانوں میں شمار ہوئے۔ غزل کے مقابلے میں نظم کے کامیاب شاعر تھے۔ شاعرِ مزدور کے لقب سے ملقب ہوئے۔

۲۲ مارچ ۱۹۸۲ء / ۲۵ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ بروز پیر لاہور میں انتقال ہوا۔ ڈاکٹر فیضان ان کے خلف سعید ہیں۔ اولادِ معنوی میں جہانِ دانش (خود نوشت، ۲ جلد[1]) کے علاوہ چراغاں، آتشِ خاموش، زخم و مرہم، مقامات وغیرہ ان کی تخلیقات اور قواعد، مترادفات، تذکیر و تانیث اور لسانیات پر ان کی کئی کتابیں ہیں۔

وہ خود تھا عروج و زوالِ ادب کا اب تھا عروج و زوالِ دانش
وہ رونقِ بزم شعرائے اردو وہ کوکبِ آسمانِ دانش
عدم سے ابھرا ابد میں ڈوبا نگاہ نظارہ بیں میں لیکن
"جہانِ آباد ہے اندھیرا بجھا چراغِ جہانِ دانش"

۱۹۸۲

---

[1] احسانِ دانش کی سوانح عمری کا نام۔

پیر حسام الدین راشدی

مشہور ادیب و محقق، عالم و مصنف اور مترجم و مورخ پیر سید حسام الدین راشدی ۱۹۱۱ء میں پیدا ہوئے۔ وہ سندھ کے مشہور راشدی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

۱۹۳۰ء میں سندھی زبان کے ماہنامہ اظہار سکھر سے علمی و عملی زندگی کا آغاز کیا۔ بے شمار علمی، ادبی اور تحقیقی اداروں سے صدر، مشیر یا رکن کی حیثیت سے وابستہ رہے۔ ممتاز حسن مرحوم کے بعد سے انجمن ترقی اردو (پاکستان) کے نائب صدر کے عہدے پر فائز رہے۔

سندھی اردو اور فارسی زبان میں ان کی بالترتیب ۱۲، ۴ اور ۲۴ تصانیف اور ۳۰۰، ۳۰ اور ۵ مضامین یادگار ہیں۔ متعدد تصانیف زیر تالیف و تدوین تھیں۔

یکم اپریل ۱۹۸۲ء/ ۵ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ بروز جمعرات کراچی میں انتقال فرمایا اور ٹھٹھہ کے مشہور قبرستان مکلی میں تدفین عمل میں آئی۔

رحلت حسام الدین حامی علم و دانش

۱۴۰۲ھ

دیگر

گم ز خیالِ مخلصاں جرب نرِ حسام الدین

۱۹۸۲ء

برقرار مرشدی و راشدی حسام الدین

۱۹۸۲ء

فراق گورکھپوری

رگھوپتی سہائے، فراق تخلص اور گورکھپور (یوپی) ان کا آبائی وطن تھا۔ ۱۸۹۶ء میں بمقام لکشمی بھون، گورکھپور میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام منشی گورکھ پرشاد عبرت تھا۔ ان کا تعلق کایستھوں کے ایک علمی خاندان سے تھا۔

کان پور، لکھنؤ وغیرہ کے متعدد کالجوں میں انگریزی کے استاد رہے۔ آخر میں الٰہ آباد یونی ورسٹی سے وابستہ ہو گئے تھے۔ شاعری کا شوق بچپن سے تھا، باقاعدہ آغاز ۱۹۱۰ء سے ہوا۔ ناصری اور وسیم

خیرآبادی کو ابتدائی کلام دکھایا۔ فراق اردو کے بہت بڑے شاعر اور نقاد تھے۔ ان کے کلام اور مضامین کے کئی مجموعے چھپ چکے ہیں۔

۳ مارچ ۱۹۸۲ء کو بدھ کے روز نئی دہلی میں انتقال ہوا۔ میت الٰہ آباد لے جائی گئی جہاں آخری رسوم انجام دی گئیں۔

فراق اپنے فن میں طاق، شاعرِ محبت ہے
بے گماں بالاتفاق، شاعرِ محبت ہے
زندگی میں بھی یکتا تھا غزل میں نام اس کا
سالِ موت بھی: "فراق شاعرِ محبت" ہے
۱۴۰۲ھ

دیگر

کس نے کہا فراق کا دیہانت ہوگیا
حق ہے امر ہے فوت کجا شانت ہوگیا
۱۹۸۲ء

جوش ملیح آبادی

شاعرِ انقلاب شبیر حسن خاں جوشؔ ۱۸۹۶ء میں قصبہ ملیح آباد (ضلع لکھنؤ، یوپی) میں پیدا ہوئے۔ باپ دادا، پردادا۔ بشیر الدین خاں، محمد احمد خاں، فقیر محمد خاں گویا سب شاعر تھے۔

۱۲، ۱۳ برس کی عمر میں شاعری شروع کی اور عزیز لکھنوی کا تلمذ اختیار کیا۔ وہ نظم اور مرثیے کے بے مثل شاعر تھے۔ حکومت ہند نے انھیں سب سے بڑے ادبی اعزاز "پدما بھوشن" سے نوازا تھا۔ بعد میں پاکستان چلے آئے تھے۔ ترقی اردو بورڈ (کراچی) کے مشیر ادبی اور زیرِ تدوین لغت کے مدیروں میں شامل تھے۔ آخری چند سال وزارتِ تعلیم میں مشیر رہے۔

ان کے کلام کے بہت سے مجموعے چھپ چکے ہیں۔ "یادوں کی برات" ان کی خودنوشت ہے۔ ۲۲ فروری ۱۹۸۲ء/۲۷ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ کو اسلام آباد میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔

ایں بیت شدہ بر ورق سینہ منقش

از دودِ فغانِ دلِ سجاد و سعیدؔ ہ

جاوید بُد و حیف مگوئید کہ شد جوش

"از راہِ حق او بر لب تسنیم رسیدہ"

۱۴۰۲

جوشؔ سے وفراقؔ :

دونوں کا سال ایک ہے : "آزردے یک دلی

سالِ فراق و جوشؔ وصالِ فراق و جوشؔ"

۱۹۸۲ء

حسن احمد مینائیؒ

حسن احمد مینائیؒ، حضرت شاہ مینا کے خانوادہ عظیم الارکان کے ایک رکن اور حضرت امیر مینائیؒ کے اخلاف سعید و صالح میں سے تھے ۱۵-۷-۱۹۱۴ء میں حیدر آباد میں پیدا ہوئے جہاں خاندان کے افراد کئی پشتوں سے آباد تھے، وہیں تعلیم کے مراحل طے ہوئے۔ قرآن مجید کے حافظ، نحو دادر عربی کے ایم اے تھے۔ دینی اور علمی وادبی ذوق خاندان سے ورثے میں ملا تھا۔

عملی زندگی کا آغاز محکمہ ڈاک و تار (حیدر آباد دکن) میں مددگار منیجر کی حیثیت سے کیا ۱۹۵۰ء میں ترک وطن کرکے کراچی آگئے اور امریکی سفارت خانے کے شعبۂ اطلاعات میں مختلف حیثیتوں میں خدمات انجام دیں۔

وہ خالص علمی ذوق کے مالک تھے اور اردو انگریزی دونوں زبانوں میں لکھتے تھے اسلامی تقویم ان کا خاص موضوع تھا۔ مذہب کی ضرورت پر انھوں نے انگریزی میں ایک کتاب لکھی تھی۔

۸ راپریل ۸۳ء کی صبح کو حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال ہو گیا۔

آئینِ مروت سے تھے آگاہ حسن احمد

دیکھتے تھے طبیعت بڑی دلخواہ حسن احمد

ھ فرزند دو دخترِ جوشؔ

بخشا تھا انھیں درد بھی دانش بھی خدا نے

حق ہے کہ تھے دل گرم و دل آگاہ حسن احمد

صد حیف کیا گم انھیں اے گنبدِ مینائی

"صد قہر کہ رخصت ہوئے ناگاہ حسن احمد"

۱۹۸۴ء

حکیم یوسف حسین

مشہور ادیب اور ادبی پرچہ نیرنگ خیال کے ایڈیٹر حکیم محمد یوسف حسن نے ۱۸ جنوری ۱۹۸۱ء/۱۱ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ کو اتوار کے دن راولپنڈی میں انتقال فرمایا۔ ۱۹ جنوری کو تدفین ہوئی۔ انتقال کے وقت ان کی عمر نوے برس کی تھی۔ ماہنامہ "نیرنگ خیال" انھوں نے ۱۹۲۴ء میں لاہور سے جاری کیا تھا۔ آخری دور میں وہ لاہور سے راولپنڈی منتقل ہو گئے تھے اور رسالہ بھی وہیں سے نکالتے تھے۔

اٹھ گیا بانیِ میخانۂ نیرنگِ خیال

تجزیۂ درد ہوا عرصۂ نیرنگِ خیال

۱۴۰۱ھ

جانے کس سمت چلے جاتے ہیں جانے والے

ہے حقیقت یہ سراپردۂ نیرنگِ خیال

یاد میں صرف یہ تسخیرِ عناصر ہی نہیں

ہے ہر اک سمت کھنچا حلقۂ نیرنگِ خیال

پائی ہے جلووں نے خود ذوقِ نظر ہی سے نمود

صورتِ دہر ہے آئینۂ نیرنگِ خیال

ڈبڈبا آئی ہے پھر آج کسی کے غم میں

چشمِ حیراں کہ رہی خیرۂ نیرنگِ خیال

تھی وہ رونق وہ تب و تاب انکی کے دم سے

ماند ہے آج جلوہ خانۂ نیرنگِ خیال

بس غنیمت ہے یہی سیر گہِ فکر و نظر

کاش لبستہ رہے شیرازۂ نیرنگِ خیال

اس دعا میں ہے "دعائے دلِ یوسف" شامل

"دائمی یا دبہم جلوہ نیرنگِ خیال"

۲۷۶ + ۱۱۲۵ = ۱۴۰۱ھ

کامل القادری

ادیب و شاعر، مصنف و صحافی اور مترجم کامل القادری بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ ان کا نام سید شاہ محمد قادری تھا اور والد کا نام سید شاہ فتح الجبار قادری تھا۔ کامل القادری ۵ جولائی ۱۹۳۲ء کو صوبۂ بہار میں گیا کے ایک موضع بندیہہ میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی، میٹرک علی گڑھ سے اور انٹرمیڈیٹ بمبئی سے کیا تھا۔ ۱۹۴۹ء میں پاکستان آئے۔ بی اے اور ایم اے کے امتحانات پاکستان آکر پاس کیے پی ایچ ڈی کا مقالہ تیار ہو گیا تھا کہ سفرِ آخرت پیش آگیا۔

شاعری کا شوق بچپن ہی سے تھا۔ ابتدا میں آوارہ تخلص تھا۔ بعد میں کامل کے تخلص سے شاعری کی۔ وہ شاعر سے زیادہ کامیاب مصنف تھے۔ چوں کہ پاکستان آنے کے بعد ایک مدت تک بلوچستان میں مقیم رہ چکے تھے اور بلوچی زبان سے واقف تھے اس لیے بلوچستان کی تاریخ و ثقافت، ادب و لسانیات اور شخصیات پر متعدد کتابیں لکھیں۔

۲ جولائی ۱۹۸۲ء / ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ بروز جمعہ کراچی میں انتقال ہوا میوہ شاہ کے مشہور قبرستان میں دفن ہوئے۔

کامل القادری وہ نکتہ ور صاحب دل

مہر و اخلاص و مروت کی شبیہہ کامل

تادمِ مرگ رہا علم و ادب کا خادم
صاحبِ علم تھا اور علم پر اپنے عامل
عینِ بے چارگی میں تھا وہ غیور و بے باک
عینِ آشوب میں رکھتا تھا سکونِ ساحل
جیتے جی کوئی نہ تھا در دسے واقف اس کے
سوگ میں اس کے ہوئے گرچہ بہت سے شامل
نیک خو، نیک چلن، نیک نظر، نیک نہاد
دورِ بے قدری میں اقدارِ حسن کا حامل
دل نہ تھا اس کا فقط گیسوے اردو کا اسیر
وہ تو رکھتا تھا بلوچی سے بھی ربطِ کامل
نونہالوں کے ادب کی بھی رہی دھن اس کو
دیکھ کر قوم کو اس صنفِ ادب سے غافل
شغل دن رات یہی علم و ادب تھا اس کا
گرچہ کچھ بھی نہ تھا اس دردِ سری کا حاصل
جاں نوازی تو کجا دربے جاں ہے دنیا
زیست ہے مرگ یہاں خود ہے زمانہ قاتل
اہلِ دل، اہلِ نظر، اہلِ وفا، اہلِ ہنر
ہوں جو ہیں خستہ و رنجور و نزار و بسمل
یہ کسی اور قبیلے کے ہیں گویا افراد
اور ناحق روشِ اہلِ جہاں میں حائل
گو زمانے کو نہ ہو اپنے زیاں کا احساس
سالِ رحلت تو ہے "نقصانِ عظیم کامل"
۱۴۰۲ھ

غلام عباس

مشہور افسانہ نگار خواجہ غلام عباس ۱۷ نومبر ۱۹۰۹ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ لاہور میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۲۵ء میں ادبی زندگی کا آغاز ہوا۔ اخبار پھول اور تہذیب (لاہور)، آواز (دہلی) اور آہنگ (کراچی) کے اداروں سے وابستہ رہے۔

نصف درجن سے زائد ان کے افسانوں کے مجموعے چھپ چکے ہیں۔ آنندی، جاڑے کی چاندنی، کن رس خاص طور پر مشہور ہوئے ہیں۔ وہ اپنے وقت کے ایک بڑے افسانہ نگار تھے حکومت پاکستان نے ادبی خدمات کے سلسلے میں انہیں "ستارۂ امتیاز" کے اعزاز سے نوازا تھا۔

۲ نومبر ۱۹۸۲ء / ۱۵ محرم ۱۴۰۳ھ بروز منگل کراچی میں انتقال ہوا۔ پی ای سی ایچ ایس کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

وہ دست و کلک و نظم فسانہ

وہ لہجہ و نطق و لب فسانہ

وہ نکتہ دانی وہ نکتہ سنجی

وہ پیار وہ فضل سب فسانہ

رہے فسانے، پڑھو فسانے

"غلام عباس اب فسانہ"

۱۴۰۲ھ

منظر اکبر

منظر اکبر بہت ذہین اور شریف انسان تھے۔ ان کے والد کا انتقال ان کے بچپن میں ہوگیا تھا والدہ نے پرورش کی۔ حیدرآباد (سندھ) میں رہتے تھے۔ وہیں تعلیم حاصل کی۔ بہت اچھے طالب علم، مقرر اور اردو اور انگریزی دونوں زبانوں پر قدرت رکھتے تھے۔ ادبی اور ثقافتی کاموں میں بہت دل چسپی لیتے تھے۔

پاکستان سول سروس کے آفیسر تھے۔ چند سال معطلی کے بعد بحال ہوئے تو حقی صاحب نے بحالی کی تاریخ کہی۔

صد شکر ہوا بحال آخر "اعزاز تمام منظر اکبر"

سندھ گورنمنٹ میں سیکریٹری کے عہدے پر فائز تھے اور اپنے ذوق کی بنا پر پاکستان آرٹس کونسل کے اعزازی نائب صدر بھی تھے۔

منظر اکبر کے نہ ہونے سے ہے بزم دل اُداس
رونقیں اپنی وہ ساری ساتھ اپنے لے گئے
ہے عیاں اعداد اکمی سے کہ ناحق ناگہاں
وقت سے اپنے وہ گویا دس برس پہلے گئے

۱۴۰۳ = ۱۴۱۳ - ۱۰

(منظر اکبر کے اعداد ۱۴۱۳)

سلیم احمد

مشہور نقاد، شاعر، ڈراما نگار، کالم نویس، فیچر رائٹر، سلیم احمد ۱۹۲۷ء میں ضلع بارہ بنکی کے ایک قصبے کھیولی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی۔ شاعری کا شوق بچپن ہی سے پیدا ہو گیا تھا۔

ملک کی آزادی کے بعد پاکستان آ گئے۔ ۱۹۵۰ء سے تادمِ آخر ریڈیو پاکستان (کراچی) سے وابستہ رہے۔ یکم ستمبر ۱۹۸۳ء کو کراچی میں انتقال ہوا۔

بیاض، اکائی (مجموعہ ہائے کلام)، ادبی اقدار، نئی نظم اور پورا آدمی (تنقیدی مضامین کے مجموعے) کے علاوہ غالب، اقبال، محمد حسن عسکری پر ان کی تصانیف یادگار ہیں۔

چلتے چلتے آخرِ شب کیوں ٹھہرا دل
دیکھ رہا تھا خواب یہ آخر کیسا دل
ڈھونڈیں گی اب سب کی آنکھیں سب کا دل
"ذوقِ سلیم وطبعِ سلیم دانا دل"

۱۴۰۳ھ

ڈاکٹر محمد ایوب قادری

محمد ایوب قادری ۲۸ جولائی ۱۹۲۶ء کو آنولہ ضلع بریلی (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ اسلامیہ کالج، بدایوں سے ۱۹۵۰ء میں انٹر کرنے کے بعد پاکستان آ گئے۔ کچھ عرصے دادو میں قیام کیا بعدۂ کراچی آ گئے۔ کراچی یونیورسٹی سے بی اے، ایم اے پاس کیا اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی تھی۔

کچھ عرصہ محکمۂ رسد و ترقیات حکومت پاکستان میں ملازمت کی۔ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی سے بھی وابستہ رہے پھر اردو کالج کے شعبۂ اردو سے وابستہ ہو گئے تھے۔

ڈاکٹر ایوب قادری شاعر بھی تھے لیکن ان کا اصل میدان تصنیف و تالیف تھا۔ انھوں نے بے شمار علمی و تحقیقی کام کیے۔ برگِ گل، سرحد وغیرہ رسائل کی ادارت بھی ان کے سپرد رہی۔ انجمن ترقی اردو (پاکستان)، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی، مرکزی اردو بورڈ لاہور اور دیگر اشاعتی اداروں سے ان کے تراجم اور تحقیق و تدوین کے کام شائع ہوئے ہیں۔

۲۵ نومبر ۱۹۸۳ء/۱۹ صفر ۱۴۰۴ھ بروز جمعہ ٹریفک کے ایک حادثے[1] میں اردو کے اس نامور محقق و مصنف نے انتقال کیا۔ اگلے روز سخی حسن کے قبرستان میں مرحوم کو سپردِ خاک کیا گیا۔

اہلِ دانش پہ اجل کا یہ ستم
اہلِ ہمت پہ حوادث کا یہ جبر
ناگہاں قطعِ رہِ زیست ہو حیف
صبر! اے دلِ غمِ ایوب پہ صبر!
۱۴۰۴ھ

ڈاکٹر آغا افتخار حسین

آغا افتخار حسین مرحوم ۷ اپریل ۱۹۲۱ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی و ثانوی تعلیم کا مرحلہ علی گڑھ میں طے ہوا۔ وہ فلسفے میں ایم اے کے ڈگری ہولڈر تھے۔ علم کے شوقِ مزید نے یورپ کی سیر کرائی سوربون یونیورسٹی سے انھوں نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

---

[1] سرِ راہ موٹر کی ٹکر سے ہلاک ہوئے۔

مرکزی حکومت میں جوائنٹ سیکریٹری کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ ۱۱ر مئی ۱۹۸۴ء / ۲۹ر شعبان ۱۴۰۴ھ بروز پنج شنبہ اسلام آباد میں انتقال ہوا۔ اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔

آغا صاحب فلسفی تھے، ناول نگار تھے، ادیب تھے، محقق تھے، اردو کے شیدائی اور مطالعے کے شائق تھے۔ یورپ میں تحقیقی مطالعے، مخطوطات پیرس، یورپ میں اردو اور دو ناول ان کے علمی ادبی اور تحقیقی ذوق کی یادگار ہیں۔ شان الحق حقی نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کی ذات ہر پہلو سے اجلی تھی اور وہ بڑے صابر و ضابطہ آدمی تھے۔ ان کے ناولوں کو حقی صاحب نے "اردو کے اچھوتے ناول" قرار دیا ہے۔

افتخار ایثار رفیق دل بند — کس قدر ہم سے سبک پا نکلا
تھی اسے سرِ حقیقت کی تلاش — شوق میں سوئے عدم جا نکلا
نورِ دانش سے تھا لبریز جو دل — ایک ٹوٹا ہوا تارا نکلا
سالِ غم دل سے بہ شکلِ نالہ — "عادل و دانشِ آغا!" نکلا

۱۴۰۴ھ

افسر صدیقی امروہوی

ممتاز محقق، ادیب اور شاعر افسر صدیقی کا نام منظور احمد ابن شمس الدین تھا۔ ۹ دسمبر ۱۸۹۶ء کو بدھ کے دن امروہہ ضلع مراد آباد (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ وہیں قدیم طرز پر عربی فارسی کی تحصیل کی۔ افسر صاحب ۱۹۲۷ء میں بہ سلسلۂ ملازمت سندھ آگئے تھے پھر یہاں کی مٹی نے اپنے دائرۂ کشش سے نہ نکلنے دیا۔ سرکاری اسکول میں مدرس تھے۔ شعر و ادب کا شوق تھا۔ متعدد ادبی انجمنیں اور ادارے قائم کیے۔ انجمن ترقی اردو شاخ کراچی کے سیکریٹری تھے۔ کراچی سے انھوں نے ماہنامہ "تنویر" جاری کیا تھا۔ ان کے تلامذہ و معتقدین نے انھیں ان کی خدمات و ذوق کی بنا پر افسر الشعرا اور شیدائے اردو کے خطابات سے نوازا تھا۔ ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد انجمن ترقی اردو (پاکستان) کراچی سے وابستہ ہو گئے اور وفات تک یہ تعلق قائم رہا۔

برقِ تخیل، تابشِ خیال، شہابِ تخیل، سرمایۂ تغزل اور رباعیات کا مجموعہ، تذکرہ عروس الافکار، بیاضِ مراثی مصحفی اور تلامذۂ مصحفی پر کتابیں، مخطوطاتِ انجمن کی چھ جلدیں اور بے شمار مقالے ان

کی یادگار ہیں۔

۹ فروری ۱۹۸۴ء/ ۶ جمادی الاول ۱۴۰۴ھ بہ روز پنج شنبہ کراچی میں انتقال ہو گیا۔ ان کی تدفین نیو کراچی کے قبرستان میں عمل میں آئی۔

خدمتِ علم وادب سے جن کو شغل رہا دن رات

افسر صاحب ہائے وہ دانا ماہرِ مخطوطات

۱۴۰۴ھ

اشفاق زمانی بیگم

دختر نواب اسمٰعیل خاں مرحوم و بیگم اختر محمد خاں، نواب مصطفا خاں شیفتہ کی پوتی تھیں۔ جن کا گھر علم وادب کا گہوارہ رہا ہے۔ ان کے تینوں بھائی غلام احمد مدنی، اکرام احمد خاں اور افتخار احمد خاں پاکستان سول سروس کے رکن رہے۔ افتخار احمد خاں مدنی خود بھی شاعر و ادیب ہیں۔ میرٹھ میں ۲۹ رمضان ۱۴۰۴ھ مطابق ۲۹ جون ۸۴ء کو طویل علالت کے بعد وفات پائی (شرح حال

لوحِ مزار

حجاب[1] کرد بیگم اختر محمد

۱۴۰۴ھ

رفتہ و بگزاشت غمگیں صد دلاں شیفتہ	آں گراں گوہر کہ بود از دودمانِ شیفتہ
بے چراغ است آں خوشی[2] ایوانے کہ بودہ پُر فروغ	در زمانِ شاں دہم بعد از زمانِ شیفتہ
دل گرفتہ بود اشفاق زمانی از الم	خستہ و بیمار رفتہ از مکانِ شیفتہ
سالِ غم شد: بار بہ جد ر ا لوتا باد و بگو[3]	ایں شہاب ثاقب از آسمانِ شیفتہ

(۱۹۸۴ء)

مرزا اظفر الحسن

مرزا اظفر الحسن ۳ جون ۱۹۱۶ء کو حیدر آباد (دکن) میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم سے فراغت کے بعد دکن ریڈیو سے عملی زندگی کا آغاز کیا۔ قیام پاکستان کے بعد کراچی آگئے تھے۔ اولا ریڈیو

غفر اللہ لھا

---

[1] حجاب کرنا بہ معنی وفات پانا صوفیہ کی عام اصطلاح بھی ہے۔

[2] مصطفا کا سل میرٹھ [3] بہ۔ شفایاب

پاکستان سے تعلق رہا۔ پھر الیکشن کمیشن سے متعلق ہو گئے۔[42] اور ریجنل الیکشن کمشنر کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔

۱۹۶۸ء میں فیض احمد فیض کی صدارت میں ادارۂ یادگارِ غالب قائم کیا۔ سہ ماہی غالب کراچی جاری کیا۔ محبت کی چھاؤں (افسانے)، ذکرِ یار چلے (خود نوشت)، دکن اداس ہے یارو، اور پھر چمن میں پھول کھلے (یادداشتیں)، عمرِ گذشتہ کی کتاب (خود نوشت) اور خونِ دل کی کشید (فیض کے بارے میں) ان کی تصنیفات و تالیفات ہیں۔

مرزا صاحب ایک اچھے ادیب اور باغ و بہار شخصیت کے مالک تھے۔ ۱۴ ستمبر ۱۹۸۴ء اور ۱۷ ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ بروزِ سہ شنبہ کراچی میں انتقال ہوا۔ سخی حسن کے قبرستان میں سپردِ خاک کیے گئے۔

تاریخ وفات و لوحِ مزار

"صاحبِ اوصاف حسن میرزا ظفر الحسن"
(۱۴۰۴ ہجری)
"کہ بانیٔ ادارۂ یادگارِ غالب تھے۔"
(۱۹۸۴ عیسوی)

ہے لوحِ دل اور کندہ کاری
ہوا ہے جس پر یہ آج مرقوم

کہ "آہ مرزا رفیقِ مخلص
صدیقی فیض و عزیزِ مخدوم"

(۱۴۰۴ھ) (۱۹۸۴ء)

دیگر

برفت آں بانیٔ صد بزم و صد کار حسن مرزا
"ادیب باصفا و کان جوہر، یار من مرزا"
(۱۴۰۴ھ)

فیض احمد فیض

مشہور شاعر و نقاد فیض احمد فیض ۱۳ فروری ۱۹۱۱ء کو سیال کوٹ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد بیرسٹر چودھری سلطان احمد خاں تھے۔ سیال کوٹ اور لاہور میں تعلیم کے ادنا و اعلیٰ مراحل طے کیے۔ عربی اور انگریزی میں ایم اے کیا تھا۔

تدریس سے عملی زندگی کا آغاز کیا، ۳۰-۱۹۲۹ء میں ادب لطیف کے ایڈیٹر رہے، ۱۹۴۲ء میں فوج کے شعبۂ تعلقاتِ عامہ سے منسلک ہو گئے، ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۸ء تک پاکستان ٹائمز، امروز، لیل و نہار (لاہور) کی ادارت کی، متعدد بار جیل گئے۔ ۱۹۶۲ء میں لینن پیس پرائز سے نوازے گئے۔

ان کے کلام، تنقیدی مضامین، خطوط، یادداشتوں وغیرہ کے مجموعوں پر مشتمل نظم و نثر میں اور دیگر موضوعات پر ان کی بارہ تصانیف و تخلیقات شائع ہو چکی ہیں۔

۲۰ نومبر ۱۹۸۴ء / ۲۵ صفر ۱۴۰۵ھ بروز منگل لاہور میں انتقال ہوا۔ ماڈل ٹاؤن کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ فیض صاحب ایک وضع دار، انسان دوست اور شریف انسان تھے۔

"مجاہد مخلص رفیق عالی کلام"
۱۴۰۵ھ

ہو گئی گو عمر یک روزکی شام
اور چمکے گا ابھی تو ان کا نام
وہ رفیق مخلص عالی کلام
فیض سب جادو نگاروں کے امام
۱۴۰۵ھ

تابش صدیقی

اردو کے ممتاز شاعر و ادیب جناب شجاعت علی صدیقی المتخلص بہ تابش نے ۲ دسمبر ۱۹۸۴ء / ۸ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ کو بروز یک شنبہ صبح دم راولپنڈی میں انتقال کیا اور اسی روز شام کو راولپنڈی کے قبرستان جھنڈا بیچی میں تدفین ہوئی۔

یاد تابش کو کریں گے عمر بھر اصحاب فوق ۔ "آں ادب دانے، زعیمِ حلقۂ اربابِ ذوق"

جی۔اے۔الانا

غلام علی الانا صاحب ۱۹۰۶ء میں کراچی میں پیدا ہوئے۔ یہیں ابتدائی اور ثانوی تعلیم کے مراحل طے کیے۔ فرگوسن کالج پونا سے اعلیٰ ڈگری حاصل کی۔ ادب، تجارت اور سیاست کا یکساں ذوق رکھتے تھے۔

الانا صاحب بیس سال تک کراچی میونسپل کمیٹی کے رکن رہے۔ ۱۹۴۸ء میں اس کے میئر مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۶ء میں مغربی پاکستان اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۶ سال تک ایوانِ تجارت و صنعت کراچی کے صدر رہے۔ آٹھ سال تک وفاق ایوان ہائے تجارت پاکستان کے صدر رہے۔ ۱۹۶۹ء میں انٹرنیشنل اسلامک چیمبرز آف کامرس کے صدر رہ چکے تھے، اور اسٹینڈرڈ بینک آف پاکستان کے چیئرمین، اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے ڈائریکٹر اور ہالی ڈے اِن ہوٹلز پاکستان کے صدر تھے۔

الانا صاحب ایک سو سے زائد بین الاقوامی کانفرنسوں اور اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی میں پاکستان کے قائم مقام قائد اور رکن کی حیثیت سے خدمات انجام دے چکے تھے۔ ۱۹۷۴ء سے ۱۹۷۹ء تک انھوں نے اقوامِ متحدہ میں انسانی حقوق کمیشن میں پاکستان کی نمائندگی کی اور اس کے چیئرمین بھی رہے۔

ادیب و شاعر کی حیثیت سے وہ بین الاقوامی شخصیت تھے۔ ان کی تصانیف اور تخلیقات کے تراجم اردو، سندھی، گجراتی کے علاوہ کئی یورپی زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ حقی صاحب نے "درپن درپن" میں ان کی انگریزی نظموں کے ترجمے بھی شامل کیے ہیں۔

۸ مارچ ۱۹۸۵ء بروزِ جمعہ کراچی میں الانا صاحب کا انتقال ہو گیا۔ حقیؔ صاحب کے بہ قول:

"الانا صاحب اپنی گوناگوں خصوصیات اور کمال کے علاوہ نہایت شفیق اور بامروت شخص تھے۔ وہ ان چند لوگوں میں سے تھے جنھوں نے پاکستان کے لیے دنیا میں نام وری حاصل کی۔ ان کی ذات ہمارے لیے باعثِ فخر تھی۔

ہم کہتے تھے جن کو جی الانہ جی نہ سکے
تھا مقصدِ دل کہ بزمِ الانہ بشد تہہ خاک
اس سے زیادہ دے نہ سکے، دنیا کا وہ ساتھ
علامہ غلام علی الانہ "روانشِ پاک"

۵۸۰ ۱۴۰۵

۱۹۸۵ء

"علامہ غلام علی الانۃ" = ۱۴۰۵ھ (سالِ وفات) اس میں
"روانش پاک" = ۵۸۰ ملاکر ۱۹۸۵ (سالِ وفاتِ عیسوی)

خواجہ بانو صاحبہ

ادیب شہیر و سرآمد صوفیہ حضرت خواجہ حسن نظامی ؒ مغفرلہ کی زوجۂ ثانی جن کا نام خواجہ صاحب کی تصانیف خصوصاً روزنامچے میں اکثر آیا ہے۔ شاعرہ زخ شش (زاہدہ خاتون شروانی) متوفیہ دسمبر ۱۹۲۳ء مصنفۂ "فردوسِ تخیل" سے گہرا ارتباط تھا اور زخ شش کے بہت سے خطوط ان کے پاس محفوظ تھے، جو محتاجِ اشاعت ہیں کہ اس شاعرۂ باکمال کی یادگار ہیں۔ جس کا صرف مجموعۂ منظومات دارالاشاعت پنجاب سے چھپا تھا (۱۹۴۰ء) اور مجموعۂ غزلیات ادارے کے بند ہونے پر گم شدہ رہا۔[1]

تین صاحب زادے خواجہ حسین نظامی، خواجہ حسن ثانی اور خواجہ مہدی نظامی اور ایک صاحب زادی مرحومہ کی یادگار ہیں علاوہ ذریات سلمہم اللہ۔ دو بیٹوں[2] نے مرحومہ کے حینِ حیات میں وفات پائی اور خود بہ عمر ۸۴ سال مئی ۱۹۸۵ء بہ مطابق ۱۴۰۵ھ دہلی میں عازم ملکِ بقا ہوئیں۔ درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین میں مدفون ہیں۔ (ش ح ح)

بانوے خوش خو میشِ قدسیاں	زوجۂ خواجہ حسن پیرِ کلاں
قبلہ گاہ ذریاتِ خواجہ بود	ذاتِ او شیرازۂ بندِ دوماں
بے کموآں عتبۂ عالی نشد	تاکہ ظلش خاستہ از آں آستاں
شد جہاں بے نور آں منزل کہ گوئی	"روح رفت از بقعۂ روحانیاں"

۱۴۰۵ھ

فاتحہ تا بہر فضلِ رب شود	"خواجہ بانو مستعین خواجگان"

۱۹۸۵ء

---

[1] حالات کے لیے ملاحظہ ہو "نکتہ راز" از شان الحق حقی بعنوان زخ شش۔
[2] بیٹوں کی نسبت سے۔

علامہ اقبال کی شاعری اور سیاسی افکار پر انکے اولین نقاد مولانا محمد علی کی ایک نایاب تحریر

علامہ اقبال اور مولانا محمد علی

مؤلفہ

ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری

حضرت علامہ کی شاعری انکے ملی پیغام انکے سیاسی فکر اور سیرت کا

دلآویز مرقع

۱۹۲۷ء کے ہمدرد دہلی سے ماخوذ ایک طویل مقالہ

نیز

ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری کے قلم سے

ہر دو اکابر کے تعلقات کے نشیب و فراز کی داستان اور افکار و سیرت کا تقابلی مطالعہ

مولانا محمد علی کی شخصیت مزاج اور انکے فکر و انشاء کا تنقیدی تجزیہ

شخصیت کی عظمت، سیرت کے محاسن اور خدمات کی جلالت کے حسن اعتراف کا ایک اچھوتا انداز

کاغذ سفید، کتابت و طباعت اچھی قیمت ۲۰ روپے (پیپر بیک)

۲۵ روپے مجلد

ملنے کا پتہ

ادارۂ تصنیف و تحقیق پاکستان

علی گڑھ کالونی کراچی ۱۹